www.KitaboSunnat.com

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
حافظ محمد اسرائیل فاروقی

اسلامی حدود و تعزیرات، فلسفہ اور حکمت

حد کی جمع حدود ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں چودہ مقامات پر آیا ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ﴾ (البقرہ: ۲/۱۸۷)

"یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان کے پاس نہ جانا"

﴿ إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ ﴾ (۲۲۹)

"ہاں اگر میاں بیوی کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے"

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾ (۲۲۹)

"اگر تم ڈرتے ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے"

﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ﴾ (۲۲۹)

"یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں (احکامات) ان سے باہر نہ نکلنا"

﴿ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ (۲۲۹)

"اور جو لوگ اللہ کی حدود سے باہر نکل جائیں گے، وہ گناہگار ہوں گے"

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ ﴾ (۲۳۰)

"ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کرلیں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے"

﴿ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ (۲۳۰)

"اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اللہ ان لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو دانش رکھتے ہیں"

﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ ﴾ (النساء: ۱۳)

"یہ تمام اللہ کے احکامات ہیں"

﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ﴾ (النساء: ۱۴)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا تو اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا"

﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾

"بدو لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کئے ان سے واقف ہی نہ ہوں" (التوبہ:۹۷)

﴿ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبہ:۱۱۲)

"بری باتوں سے منع کرنے والے اللہ کے احکامات کی حفاظت کرنے والے اور اے پیغمبر ﷺ مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے" ــــــ (التوبہ:۱۱۲)

﴿ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ (المجادلہ:۴)

"یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدود (احکامات) ہیں"

﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ (الطلاق:۱)

"اور اللہ تعالیٰ کی حدیں (احکامات) ہیں"

﴿ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ (الطلاق)

"اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا"

حد کا لغوی معنی "خط کھینچنا ہے"۔ امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

"الحد الحاجز بين الشيئين الذى يمنع اختلاط احدهما بالآخر، يقال حددت كذا جعلت له حدا يميز و حد الدار ما تتميز به عن غيرها"[1]

"حد، وہ خط متارکہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے ملنے سے روکتا ہے۔ کہا جاتا ہے: میں نے یہ حد لگا دی یعنی خط کھینچ دیا تاکہ تمیز ہو سکے۔ اور گھر کی حد جو اسے دوسرے گھر سے علیحدہ کرتی ہے وہ اس کا خط ہوتا ہے"

عام طور پر دیکھا گیا ہے جب عوام الناس میں کوئی تحریک برپا ہوتی ہے تو پولیس ایک خط کھینچ دیتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ اگر کسی نے اس حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو اس پر گولی چلا دی جائے گی۔

احکاماتِ الٰہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم قرآن مجید کی آیات پر غور کرتے ہیں تو حد کی تعریف احکاماتِ الٰہی بنتی ہے۔ جہاں بھی قرآن مجید میں خاص حکم دیا گیا، اس کے بعد فرمایا گیا: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَاتَقْرَبُوْهَا ﴾ —— اسی طرح سورہ بقرہ میں رمضان المبارک کے مفصل احکامات دینے کے بعد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَاتَقْرَبُوْهَا ﴾

سورہ بقرہ کی آیات ۲۲۹-۲۳۰ میں نکاح و طلاق کے قطعی احکامات کے بعد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَاتَعْتَدُوْهَا ﴾

سورہ النساء کی آیات ۱۳-۱۴ سے پہلے وراثت کی مفصل تقسیم کے بعد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ ﴾ سورہ توبہ کی آیت ۹۷ میں بدووں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ کے احکام کو نہیں جانتے۔ آیت ۱۱۲ میں ان مومنین کی تعریف کی جو اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سورہ المجادلہ کی آیت ۴ میں بیویوں کو مائیں کہنے والوں کے جرم اور اس کے کفارے کے احکامات دینے کے بعد فرمایا:

﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ ﴾

سورۃ الطلاق میں بھی طلاق اور اس کی عدت کے احکامات کے بعد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرے گا وہ خو ظالم ہوگا۔

اب سب آیات میں لفظ حدود کے استعمال کے بارے میں مفسرین کی رائے یہ ہے:

المصحف المفسّر میں لکھا ہے: حدوده، حدود الله ای احکامه: ای احکامه و سننه وهی جمع حد:ای احکامه تلك احکلم الله:حدود ما انزل الله علی رسوله من الشرائع الاصول [۳]

حدیثِ رسول ﷺ

متعدد احادیث میں بھی لفظ حد استعمال ہوا ہے جو اگرچہ اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

"حد یعمل به فی الارض خیره لا هل الارض من ان یمطروا ثلاثین صباحا" [۳] اربعین صباحا" [۴]

"زمین والوں پر ایک حد کا جاری کرنا تیس دن کی متواتر بارش (رحمت) سے بہتر ہے (دوسری روایت میں) چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے"

"اقامة حد کفارة للذنب" [۵] (حد قائم کرنا گناہوں کا کفارہ ہے)

حد کی اصطلاحی تعریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن و سنت کے عمیق مطالعے سے حد کی اصطلاحی تعریف یوں بنتی ہے:

"کسی جرم کی وہ سزا جو قرآن و سنت میں متعین کردی گئی ہو، اس میں کمی و بیشی کا اختیار پیغمبر ﷺ کو تھا، نہ حاکم وقت یا قاضی وقت کو ہے"

یہ تعریف رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے ہی ماخوذ ہے:

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، ایک مخزومیہ عورت لوگوں سے کچھ چیزیں ادھار لے لیا کرتی تھی، پھر واپس دینے سے انکار کردیتی تھی، تو رسول اکرم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا، اس عورت کے گھر والے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس سفارش کے لئے آئے، آپؓ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس اس عورت کی سفارش کی تو رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور غصے سے تمتما اٹھا آپ ﷺ نے اسامہؓ سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یا اسامة لا اراك تشفع فی حد من حدود الله عز و جل"

"اے اسامہؓ! میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا میں سفارش لے کر آئے ہو؟"

پھر رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں فرمایا:

"انما هلك من كان قبلكم بانه اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذ سرق فيهم الضعيف قطعوه..... والذی نفسی بیده لوكانت فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها" (٦)

"بے شک تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) صرف اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی سردار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی غریب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر (مخزومیہ کی جگہ) میری بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"

حدیث میں جہاں بھی لفظ حد استعمال ہوا، اکثر و بیشتر کسی جرم کی سزا کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ادفعو الحدود ما وجدتم لها مدفعا" (٧)

"تم جرم کی سزا کو ختم کردیا کرو، اگر اس کے ختم کرنے کی کوئی صورت نظر آئے"

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبیله

استطعتم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فان الامام لان یخطئ فی العفو خیرله من ان یخطی فی العقوبة

"مسلمانوں سے جرم کی سزا حتی المقدور ختم کردیا کرو، اگر کوئی چھٹکارے کا پہلو نکلتا ہو تو مجرم کو آزاد کردو (شک کا فائدہ دے کر) اگر کوئی امام سزا کو معاف کرنے میں غلطی کرے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے"

ثابت یہ ہوا کہ حد کا اصطلاحی مفہوم کسی جرم کی وہ سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین کی ہے:

والحد فی الشرع عقوبة مقررة لاجل حق الله فیخرج التعزیر لعدم تقدیره مفوض لرأی الحاکم و یخرج القصاص لانه حق الادمی[8] ۹

"حد شریعت میں اللہ کے حق کی بنیاد پر مقررہ سزا کو کہتے ہیں، تعزیر اس سے الگ ہے کہ وہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے اور قصاص اس میں اس لئے نہیں آتا کہ وہ اللہ کا نہیں بندے کا حق ہے"

فی اصطلاح الشرع عقوبة مقررة وجبت علی الجانی[9]

"شرعی اصطلاح میں مجرم کے لئے وہ مقرر کردہ سزا جو اس کے لئے واجب ہے"

معنی ان العقوبة مقررة لحق الله ای انها مقررة لصلاح الجماعة و حماية النظلم العلم لان هذا هو الغاية من دین الله واذا کانت حقا لله فهی لاتقبل الاسقاط الامن الافراد ولامن الجماعة[10]

"حد کا معنی اللہ کے حق کے لئے مقرر کردہ سزا ہے، جو جماعت کی صلاح اور نظام عام کو محفوظ کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے دین کی غرض و غایت یہی ہے، جب یہ اللہ کا حق ہے تو اس میں معافی نہیں ہوتی، نہ افراد کی طرف سے اور نہ جماعت کی جانب سے"

سمیت عقوبات المعاصی حدودا لانها فی الغالب تمنع العاصی العود الی تلك المعصیة التی حد لأجلها[11]

"گناہوں کی سزاؤں کو حدود کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اغلباً یہ سزا گناہگار کو اس گناہ کی طرف رجوع کرنے سے روکتی ہے جس کی وجہ سے یہ سزا متعین کی گئی ہے"

حد کا معنی گناہ بھی کیا گیا ہے۔ ویطلق الحد علی نفس المعصية ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَاتَقْرَبُوْهَا ﴾[12] (بقرہ:۱۸۷)

"اور گناہ کو بھی فی نفسہ حدود کہا گیا جیسے اللہ نے فرمایا: تلك حدود الله

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود کی تعداد

قرآن و سنت میں جن جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) زنا (۲) قذف (جھوٹی تہمت) (۳) چوری (۴) خمر (شراب)

(۵) ڈاکہ (حرابہ) (۶) ارتداد (اسلام سے مرتد ہونا)

قتل نفس کو اس لئے حدود اللہ میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ وہ بندے کا بندے پر حق ہے اور اس کے لئے قرآن و سنت میں قصاص و دیت کا پورا قانون موجود ہے۔

(۱) زنا ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین میں (دونوں سزا دینے میں) تمہیں کسی قسم کی نرمی دامن گیر نہ ہو اور ان دونوں کی سزا کا مشاہدہ مومنین کی ایک جماعت ضرور کرے" (النور:۲)

یہ سزا غیر شادی شدہ مرد و زن کے لئے ہے اور شادی شدہ مرد و زن کے لئے رجم (سنگسار کرنا) کی سزا حدیث رسول ﷺ میں متعین کردی گئی ہے: رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

خذوا عني..... خذوا عني..... قد جعل الله لهن سبيلا: البكر بالبكر جلد مائة و تغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم [۱۳]

"مجھ سے احکامات حاصل کرو..... مجھ سے احکامات حاصل کرو.....اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے لئے راستہ مہیا کردیا ہے۔ غیر شدہ زانیوں (مرد و زن) کے لئے سزا سو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ مرد و زن کے لئے سو سو کوڑے اور رجم ہے"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عمر بن خطابؓ کا وہ بلیغ خطبہ نقل ہے جس میں آپؓ نے فرمایا تھا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، ان پر قرآن نازل کیا اور اس قرآن میں آیت رجم بھی تھی، ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کیا، رسول اکرم ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کئے، مجھے خطرہ ہے کہ ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور ایسا آئے گا کہ لوگ کہیں گے ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس وہ اللہ کے اس فرض کو ترک کرکے گمراہ ہوں گے، پس شادی شدہ مرد و زن پر اگر وہ زنا کے مرتکب ہوں رجم برحق ہے، جب اس پر شہادت ثابت ہوجائے، حمل ثابت ہو یا مجرم خود اعتراف کریں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے قرآن میں اضافہ کروا دیا تو میں اسے ضرور (سورہ احزاب میں) لکھوا دیتا۔ آیت رجم یہ ہے:

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم [۱۴]

حدیث ابی امامہ بن سہیلؓ میں الفاظ یہ ہیں:

الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة بما قضیا من اللذة [۱۵]

ابی بن کعب کے الفاظ یہ ہیں:

کانت سورة الاحزاب توازی سورة البقرة وکان فیھا آیة الشیخ والشیخة..... [۱۶]

ان احادیث سے ثابت ہے کہ رجم کا حکم حدیث رسول ﷺ میں برقرار ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے:

فانه قدثبت بالسنة المتواترة المجمع علیھا وایضا ثابت بنص القرآن لحدیث عمر عندالجماعة [۱۷]

امام شوکانیؒ اور دوسرے محدثین و فقہا کا فیصلہ ہے کہ: اما الرجم فھو مجمع علیه [۱۸]

"جہاں تک رجم کی سزا کا تعلق ہے اس پر امت کا اجماع ہے"

ایک اعتراض کا جواب

عام طور پر ایک اعتراض آیتِ رجم پر یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حد رجم کا حکم برقرار تھا تو اسے قرآن سے کیوں نکلوایا گیا؟

اس کا سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ یہ اللہ کا اختیار ہے اور اس کا فرمان ہے:

﴿ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ ﴾ (الرعد:۳۹)

"اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور لوحِ محفوظ اسی کے پاس ہے"

اگر اس حکمت کو تلاش کرنا ہی مقصود ہو کہ اس آیت کو قرآن سے کیوں نکلوایا گیا تو یہ بات بالکل صاف اور عیاں ہے کہ اللہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا میرے حکم کے علاوہ میرے پیغمبر ﷺ کے فرمان کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں؟ جہاں اللہ کا یہ فرمان ہے۔ ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ ﴾ وہاں یہ بھی حکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ﴿ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ اور کتنی آیات قرآن مجید میں ایسی ہیں جن میں اطاعت رسولؐ پر زور دیا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے، اسے دائرہ اسلام سے خارج مانا گیا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء:٦٥)

"آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم کوئی آدمی اس وقت تک سچا مسلم نہیں بن سکتا جب تک وہ آپ کو اپنے درمیان پھوٹنے والے جھگڑوں میں فیصل اور قاضی نہ مان لیں اور پھر جو فیصلہ آپ ﷺ سنا دیں اس کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کا غبار (تنگی) محسوس نہ کریں بلکہ آپ ﷺ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کریں" —— پھر فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ (النجم:٣،٤)

"اور رسول اکرم ﷺ (دین کے معاملے میں) اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے، ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے انہیں وحی کی جاتی ہے (وہ ضرور بتاتے ہیں)"

﴿ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾

"رسول اکرم ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اُسے مضبوطی سے تھام لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے ہو"

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النساء:٥٩)

"اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم واقعتاً اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بات ہر لحاظ سے بہتر اور تاویل کے اعتبار سے بھی سب سے اچھی ہے"

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ جہاں اللہ کے حکم کو ماننا لازم ہے، وہاں رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے قرآن میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ بعض آیات کا حکم منسوخ ہے مگر ان کی تلاوت منسوخ نہیں۔ ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کریں گے —— شراب کے بارے میں قرآن مجید میں تین آیات میں دو آیات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شراب اب بھی حلال ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ (البقرۃ:٢١٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے یہ دونوں بہت بڑے گناہ ہیں لیکن اس میں لوگوں کے لئے وقتی فائدے ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے کہیں زیادہ بڑا ہے" دوسری آیت:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ﴾ (سورۃ النساء:۴۳)

"اے ایمان لانے والو نشہ کے عالم میں نماز کے قریب ہرگز نہ جاؤ"

لیکن تیسری آیت آپ ثابت کرتی ہے کہ شراب مطلقاً حرام ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (المائدہ:۹۰)

"اے ایمان لانے والو بیشک شراب، جوا، بت پرستی، فال نکالنے والے تیر، یہ سب گندگی اور شیطانی اعمال ہیں، تم ان سے دور ہٹ جاؤ تاکہ تم دین و دنیا میں سرخرو ہو سکو"

یہ اللہ تعالیٰ کا کلی اختیار ہے کہ کسی حکم کو قرآن مجید سے نکلوا کر حدیثِ رسول ﷺ میں اسے برقرار رکھے (جیسے رجم) اور یہ بھی اللہ کا اختیار ہے کہ کسی حکم کو تبدیل کر دے جیسے زانیہ عورتوں کی سزا (پہلے گھروں میں قید رکھنے کا حکم تھا، پھر غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا)۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے رجم کی آیت نکلوا کر اس کے حکم کو شریعتِ مطہرہ میں بحال رکھا تو اس کی حکمت یہی ہے کہ کیا ہم قرآن کے ساتھ ساتھ فرمان رسول ﷺ کو مانتے ہیں یا نہیں؟ فرمان الٰہی ہے:

﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (البقرہ:۱۰۶)

"ہم جس آیت کو بھی منسوخ کرتے یا اسے فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی ہی دوسری آیت بھیج دیتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"

تعزیر کی تعریف

لغوی معنی: تعزیر، عَزَّرَ، یُعَزِّرُ، تَعْزِیْرًا سے ماخوذ ہے، جس کا معنی روکنا، منع کرنا اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا، کہا جاتا ہے: عزّرہ لامہ، ای اَعانہ یعنی اس نے اپنی ماں کی مدد کی اور عزّرہ عن کذا ہو تو منع کیا، روکا (منعہ وردّہ)

ادّبہ، ضربہ اشد الضرب، فخّمہ، وعظّمہ، اَعانہ و نصرہ یعنی ادب سکھایا، اور سخت ضرب ماری، اس کی تعظیم کی، اس کو بڑا مانا، اس کی اعانت و مدد کی (المنجد، ص:۵۰۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التعزیر النصرۃ مع التعظیم

کسی کی عظمت کے پیش نظر اسکی مدد کرنا۔(المفردات، ص:۳۳۳)

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَقَالَ اللهُ اِنِّی مَعَکُم...... وَآمَنتُم بِرُسُلِی وَعَزَّرتُمُوھُم ﴾ (المائدہ:۱۲)

"اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں......... اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے"

﴿ فَالَّذِینَ آمَنُوا بِهٖ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ ﴾ (الاعراف:۱۵۷)

"جو لوگ ان ﷺ پر ایمان لائے، ان کی تعظیم کی اور انہیں مدد دی"

اصطلاحی مفہوم

والتعزیر ضرب دون الحدّ فان ذلک تأدیب والتأدیب نصرۃ معه

"تعزیر کا معنی وہ سزا ہے جو حد سے کم تر ہوتی ہے اور یہ دراصل تادیب ہوتی ہے اور تادیب درحقیقت کسی کی برائی سے روکنے پر مدد ہوتی ہے۔" (المفردات، ص:۳۳۳)

یاتی التعزیر بمعنی التعظیم والنصرۃ: ومن ذلک قول الله ﴿ لِتُؤمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ ﴾ (الفتح:۹) ای تعظموه وتنصروه

تعزیر میں تعظیم اور نصرت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے۔ کہ "تم اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو" یعنی تم پیغمبر ﷺ کی تعظیم بجا لاؤ اور اس کی مدد بھی کرو (فقہ السنۃ، ص۴۹۷ ج۲)

تعزیر کا ایک مفہوم اہانت ـــــــ (کسی کو ذلیل کرنا) بھی ہے:

یقال عزّر فلان فلانا اذا اهانه زجرًا اتا دیباله علی ذنب وقع منه

"کہا گیا ہے فلاں نے فلاں کی تذلیل کی یعنی اسے لعنت ملامت کرتے ہوئے اس کے کسی گناہ پر اسے سزا دی"

شریعت میں اس کا مقصد اور تعریف یوں بنتی ہے:

التأدیب علی ذنب ای انه عقوبة تادیبیة یفرض الحاکم علی جنایة او معصیة لم یعیّن الشرع لها عقوبة (فقہ السنۃ، ص۴۹۷ ج۲)

"حاکم وقت کسی جرم یا گناہ پر ایسی سزا نافذ کرے جو شریعت نے مقرر نہیں کی۔"

"ویقصدون بالتعزیر کل عقوبة لیس فیها من الشارع تقدیر معین فی العقوبة بل الامر فیه معوّض الی رأی القاضی واجتهاده" (تلک حدود اللہ، ص:۱۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تعزیر کسی جرم کی وہ سزا ہے جو رسول اکرم ﷺ نے معین نہیں کی بلکہ یہ معاملہ قاضی کی رائے و اجتہاد پر چھوڑ دیا گیا ہے"۔

مذکورہ بالا تمام بحث سے تعزیر کی جو تعریف سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے۔ جہاں تعزیر کا معنی کسی کو ملامت کرنا، زجرو توبیخ کرنا اور اصلاح کے لئے سزا دینا ہے وہاں تعزیر کا معنی کسی کی پشت پناہی اور اس کی مدد اور نصرت بھی ہے۔ یہ اصول ہمیشہ سے مسلّمہ ہے کہ تادیب اس سزا کو کہا جاتا ہے جو کسی کی اصلاح کے لئے دی جائے۔ ہمارے گھروں اور تعلیمی اداروں میں ہر جگہ رائج ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جو تادیب کا انکاری ہو۔ انگریزی محاورہ ہے۔

"Spare The rod spoil the Child"

(یعنی جہاں بچے کو تادیب نہ کی جائے، وہاں اس کی اصلاح نہیں ہوگی)

یہ فرد اور معاشرے دونوں کی پشت پناہی ہے۔ فرد کی اس اعتبار سے کہ تادیب میں اصلاح کا پہلو ہے اور معاشرے کی اس اعتبار سے کہ وہ امن و امان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

پس تعزیر کسی جرم کی وہ سزا ہے جسے شریعت نے پیغمبر ﷺ حاکم وقت یا قاضی وقت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہو۔ اس سزا میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی سزا دس کوڑوں تک بھی دی ہے۔

ھانیؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"لاتجلدوا فوق عشرة أسواط الافی حد من حدود الله تعالی"

اللہ کی حدود کے علاوہ دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دو۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

بہز بن حکیم اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ حبس فی التھمة (ابوداؤد، ترمذی، النسائی، بیہقی و صححه الحاکم)

"رسول اکرم ﷺ نے تہمت کی بنا پر ایک آدمی کو قید کیا (احتیاط کے طور پر ایسا کیا تاکہ حقیقت حال معلوم ہو سکے)"

عمر بن خطابؓ سے یہ بات ثابت ہے:

"کان یعزّر و یؤدّب بحلق الرأس والنفی و الضرب، کما کان یحرق حوانیت الخمارین والقربة التی یباع فیها الخمر و حرق قصر سعد بن ابی وقاص بالکوفة، لما احتجب فیه للسجن و ضرب النائحة حتی بدا شعرھا (فقہ السنہ، ص۲۹۷-۲۹۸، ج۲)

"وہ تعزیر اور تادیب کرتے تھے، کسی کا سر منڈا کر، کسی کو جلا وطن کرکے اور کسی کو مار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ کر، آپ نے شراب بیچنے والوں کی دکانیں جلا دیں، وہ بستی جس میں شراب بیچی جاتی تھی اسے آگ لگا دی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا کوفہ میں محل جلا دیا، جب انہوں نے محل کے دروازوں پر دربان بٹھا دیئے اور رعیت کو ملنا چھوڑ دیا، وہ اکثر ہاتھ میں درہ پکڑے رہتے تھے، جو اس کا مستحق ہوتا تھا اسے لگا دیتے تھے، آپ نے ایک قید خانہ بھی بنایا تھا، آپ نے نوحہ کرنے والی عورت کو اتنا پیٹا کہ اس کے سر کے بال ننگے ہوگئے"

"تعزیر معمولی سے معمولی سزاؤں مثلاً نصیحت، سخت نظروں سے دیکھنا، یا کسی سے توجہ ہٹالینا سے شروع ہو کر سخت ترین سزاؤں جیسے قید، کوڑے لگانا بلکہ انتہائی گھناؤنے جرم میں قتل کی سزا تک بھی جا پہنچتی ہے جبکہ مصلحتِ عامہ کا تقاضا یہی ہو اور مجرم کے فساد کو سوائے قتل کے کوئی سزا کم نہ کرسکے (اس وقت یہ لازمی ہوتی ہے) جیسے سرکش مجرم، جاسوس، نت نئے جرائم ایجاد کرنے والے۔ اس سزا کا اختیار قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ مجرم کو اس کے اصلاح احوال کے مطابق سزا دے اور اسلامی حاکم کو ایسے قوانین (By Laws) بنانے کی اجازت ہے جو جرائم کو ختم کرنے کے لئے تعزیر کی صورت میں نافذ ہوسکتے ہیں۔(تلک حدود اللہ: ص۱۸-۱۹)

جیسے آج کل منشیات فروشوں کو قتل کی سزا دی جارہی ہے۔

اسی طرح سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک مخنث کو لایا گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگائی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا اس نے ہاتھوں اور پاؤں کو کیوں مہندی لگائی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا،عورتوں سے مشابہت اختیار کرتا ہے، پس آپ ﷺ نے اسے بقیع کی جانب سے شہر سے نکال دیا۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: کیا ہم اس کو قتل کردیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی نهيت عن قتل المُصَلِّيْنَ" (کہ مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے)

حضرت عمر بن خطابؓ نے شراب کے بارے میں چالیس کوڑوں کی حد کو اَسّی(۸۰) کوڑوں میں تبدیل کیا۔ اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ ، امام مالکؒ ، شراب کی حد اسی(۸۰) کوڑے مانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے شراب کی حد کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا: اجعله كأخفّ الحدود ثمانين" سب سے ہلکی حد کی سزا کے مطابق اسی(۸۰) کوڑے کردیجئے۔ پس آپؓ نے اسی (۸۰) کوڑے لگوائے اور شام میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدؓ کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نری ان تجلده ثمانين لانه إذا شرب سكر، واذاسكر هذى، واذا هذى افترى، وعلى المفترى ثمانون" (ص:۲۰۱)

"ہمارا مشورہ ہے کہ اسے اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیتا ہے تو نشے میں ہوتا ہے، جب نشے میں ہوتا ہے تو بیہودہ بکواس کرتا ہے اور جب بیہودہ بکواس کرتا ہے تو تہمت لگاتا ہے اور تہمت (قذف) لگانے والے کی سزا (۸۰) کوڑے ہے"

امام شافعیؒ کی رائے مختلف ہے اور یہ رائے امام احمدؒ کی روایت سے ہے کہ شراب کی حد صرف چالیس کوڑے ہے اور اگر امام اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے تو اس کی اسے اجازت ہے کیونکہ حد چالیس (۴۰) ہے اور اس سے زائد تعزیر ہے۔

وفعل الرسول الله ﷺ حجة لا يجوز تركه بفعل غيره ولا ينعقد الاجماع على ما خالف فعل النبى و ابى بكر و على، فتحمل الزيادة من عمر على انها تعزير يجوز فعله اذا رأه الامام ويرجع هذا ان عمر كان يجلد الرجال القوى المنهمك فى الشراب ثمانين، ويجلد الرجل الضعيف الذى وقعت منه الزلة اربعين

"رسول اکرم ﷺ کا عمل حجت ہے، کسی دوسرے کے عمل کی وجہ سے آپ ﷺ کے عمل کا ترک جائز نہیں اور رسول اکرم ﷺ ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے عمل کے خلاف کوئی اجماع نہیں ہو سکتا، حضرت عمرؓ کا چالیس کوڑے زیادہ کرنا دراصل تعزیر ہے اور یہ اس طرح جائز ہے کہ جب امام / خلیفہ اس بات کو مناسب سمجھے تو وہ اس پر عمل کر سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ موٹے تازے عادی شرابی کو (۸۰) کوڑے لگواتے اور ضعیف اور کمزور شرابی غیر عادی کو چالیس کوڑے لگواتے۔" (فقہ السنہ: ۳۳۶، ج۲)

والتعزير يكون بالقول مثل التوبيخ والزجر والوعظ ويكون بالفعل حسب مايقتضيه الحال كما يكون بالضرب والحبس والقيد والنفى والعزل والرفت

"تعزیر زبان سے بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ کسی کو سخت سست کہنا، لعنت ملامت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا اور حالات کے تقاضوں کے مطابق وہ عمل سے بھی ہو سکتی ہے، جیسے مارنا پیٹنا، قید کرنا، جلاوطن کرنا، معزول کرنا اور ذلیل و رسوا کرنا" (فقہ السنہ: ۲/۴۹۸)

یہ بھی ثابت ہے کہ تعزیر میں درج ذیل سزائیں دینا جائز نہیں:

(۱) داڑھی کا منڈوانا، (۲) گھر کا برباد کرنا، (۳) باغوں کو تباہ کرنا اور کھیتوں کا اجاڑنا، پھلوں ا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درختوں کا کاٹنا، (۴) ناک، کان، ہونٹ اور انگلیوں کا کاٹنا۔

تعزیر کی ایک صورت یہ بھی بنتی ہے کہ اگر کسی حد کے جرم میں قاضی وقت کے پاس "حد" کی اسلامی شہادت کی شروط مکمل نہ ہوں اور وہ موجودہ شہادتوں، تحقیق و تفتیش کے نتیجے میں سمجھتا ہو کہ مجرم یہی ہے تو اس صورت میں وہ حد کے بجائے اس پر تعزیر نافذ کرسکتا ہے۔

فلسفہ / حکمت

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں، اسلام کی سزائیں بڑی وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں، غیر فطری اور غیر انسانی ہیں۔ جبکہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی قانون سزاؤں (Penal Code) سے مستثنیٰ نہیں، وہ ممالک جو کسی مذہب کو نہیں مانتے، دہریت و الحاد ان کا ایمان ہے، وہ بھی اپنے ملکی قانون میں سزاؤں کا ایک نظام رکھتے ہیں اور وہ معمولی جرائم پر اس قسم کی سزائیں بھی دیتے ہیں جن کا تصور بھی قرآن و سنت میں نہیں کیا جاسکتا۔

روس میں ہمیشہ سے یہ نظام رہا کہ جو آدمی کیمونزم کے خلاف بات کرتا تھا تو اسے سائبیریا کے جنگلات میں پھینک دیا جاتا تھا اور ایسے بہت سے لوگوں نے امریکہ میں پناہ لی۔ اخبارات میں یہ بات آچکی کہ چین میں چار انجینئرز کو گولیوں سے اڑا دیا گیا، ان کا جرم یہ تھا کہ جس ڈیم کی تعمیر پر ان کی ڈیوٹی تھی وہ گر گیا۔ اس طرح دنیا کے ہر ملک کے قانون میں سزاؤں کا ایک نظام ہے جو انسان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس نظام میں جرم کم ہوتا ہے سزا زیادہ ہوتی ہے یا سزا کم ہوتی ہے اور جرم بڑا ہوتا ہے لیکن اس نظام کا مقصود بھی فرد اور معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام نے حدود تعزیرات کا جو نظام دیا ہے اس سے ہی جرائم کی روک تھام ممکن ہوسکتی ہے۔

اللہ ہی نے انسان کی تخلیق کی اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے، یہ بات معروف ہے کہ جو انجینئر جس مشینری کا موجد ہوتا ہے وہ اس کی سب سے بہترین اصلاح کرسکتا ہے۔ امریکی معاشرے کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ وہاں لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں، جو بڑے مہذب اور صاحب اخلاق مانے جاتے ہیں لیکن مختصر وقفے کے لئے بجلی چلے جانے پر یہ تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں جو گل کھلاتے ہیں ان کی تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔

مقام افسوس یہ ہے کہ ان مہذب لوگوں نے جرائم کی تعریف بدل ڈالی ہے۔ ان کے ہاں زنا صرف وہ ہوتا ہے جو کسی کے ساتھ زبردستی کیا جائے، اگر باہمی رضامندی سے بدکاری کی جائے تو یہ زنا کی تعریف میں نہیں آتی اور مستوجب سزا نہیں۔ بلکہ ایسے مادر پدر آزاد معاشروں میں اگر ماں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ اپنے بچوں کو منع کرنے کی کوشش کریں تو وہ قابل گردن زنی قرار پائیں۔
بہرحال یہ بات واضح ہے کہ دنیا کا کوئی قانون سزا کے نظام سے مستثنیٰ نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سزا سے اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ جیسے اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں، اس لئے اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، وہ نہ صرف اصلاح نفس و معاشرہ کے لئے کام آتی ہیں بلکہ یہ ایسا نظام ہے جو باعث برکت و رحمت ہے۔ جو لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو کا محافظ بھی ہے اور دنیا میں باعث امن اور آخرت کے لئے فوز و فلاح کا ضامن بھی ہے۔ ابراہیم احمد لکھتے ہیں:

"اسلام نے حدود و تعزیرات کا ایسا نظام دیا جو لوگوں کے جان مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہے"

فان تشریع الحدود فی الاسلام رحمة من الله بالعباد فان هم اقامو ها ولم یعتدوها، والتزموا بهاولم ینتهکوها، سادفیهم العدل، و تحقق الامن والاستقرار، وعاشوا آمنین مطمئنین وهذا، ولاریب من عوامل التقدم والتمکین فی الدنیا ودلائل الفوز و الفلاح فی الاخرة

"اسلام نے حدود کو اس لئے قانونی صورت دی کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے باعث رحمت ہے، اگر وہ ان حدود کو قائم کئے رکھیں، ان سے آگے نہ بڑھیں، انہیں لازم جانیں اور انہیں پامال نہ کریں تو (اسلامی معاشرے میں) عدل کی حکمرانی ہو، امن و امان کا دور دورہ ہو، اہل اسلام امن و آشتی کے ساتھ رہیں اور یہ بلاشک دنیا میں ترقی اور کمال کا زینہ اور آخرت کے لئے فلاح و فوز کا ضامن ہوگا" (تلک حدود اللہ، ص۵)

فرق صرف یہ ہے کہ باقی ممالک کی سزائیں خود ساختہ اور ان کے اپنے ذہنوں کی پیداوار ہے بلکہ اسلامی سزاؤں کا نظام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا تشکیل کردہ ہے۔

انسان برائی کا مرتکب کیوں ہوتا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک آدمی برائی کا مرتکب کیوں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا ﴾ (الشمس:۸-۷)

"قسم انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا، پھر اس کے نفس میں نیکی اور برائی کے جذبات ڈال دیئے" ——— دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾ (الدھر:۳)

"ہم نے انسان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی، اب اس کی مرضی ہے کہ وہ شکرگزار بن جائے یا ناشکرا بن جائے"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

"کل بنی آدم خطّاء ون و خیر الخطائین التوابون" (ترمذی، ابن ماجہ)

"تمام بنی نوع انسان خطا کار ہیں اور سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو اللہ کے دروازے پر لوٹ جاتے ہیں (توبہ کرلیتے ہیں)"

انگریزی کا مقولہ ہے To error is Human "انسان غلطی کا پتلا ہے"

ان آیات اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی فطرت میں برائی کا مادہ موجود ہے۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی زبان سے یوں بیان ہوا:

﴿ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ﴾ (یوسف:۵۳)

"میں اپنے آپ کو برائی سے بری الذمہ قرار نہیں دیتا کیونکہ نفس انسان کو برائی پر بہت زیادہ اکسانے والا ہے مگر ہاں جس پر میرا پروردگار رحم کرے"

کائنات میں برائی کے دو سبب ہیں۔ ایک نفسِ امارہ اور دوسرا شیطان

شیطان نے بھی ابتدائے آفرینش میں اللہ سے یہ کہا تھا:

﴿ قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾

"(شیطان نے) کہا کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے تو میں بھی تیرے سیدھے راستے پر (ان سب انسانوں کو) گمراہ کرنے کے لئے جم کر بیٹھوں گا، پھر میں ان کے آگے سے، ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں، ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا اور انہیں گمراہ کروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا" (الاعراف:۱۷-۱۶)

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ (الحجر:۳۹)

"(شیطان نے) کہا میرے پروردگار جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں لوگوں کے لئے زمین میں گناہ کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو گمراہ کروں گا" ـــــ (الحجر:۳۹)

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ (ص:۸۲)

"(شیطان نے) کہا مجھے تیرے عزت کی قسم میں ان سب (انسانوں) کو گمراہ کروں گا"

حضرت آدمؑ اور حواؑ کو بہکانے والا شیطان تھا:

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ـــــ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ـــــ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ـــــ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"شیطان نے آدم اور حوا کے جی میں وسوسہ ڈالا ـــــ اور (شیطان نے) ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ غرض (اس نے) انہیں دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (جنت) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا"

ثابت ہوا انسان کو برائی پر اکسانے والے یہی دو عوامل ہیں، عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ انسان برائی کرنے کے بعد شیطان کو کوستا ہے، لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ شیطان انسان کا دشمن سہی ﴿ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ﴾ "شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے اپنا دشمن جانو" لیکن انسان کا نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔

علامہ اقبال نے اس حقیقت کو شیطان کی زبان سے یوں بیان کیا:

ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر
فعلِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

یہ کہا جاتا ہے کہ جب دنیا میں شیطان نہیں تھا تو پھر شیطان کو کس نے گمراہ کیا۔ اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ابلیس کو اس کے نفس نے گمراہ کیا۔ قرآن مجید میں ہے جب اللہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا:

﴿ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ﴾ (الاعراف:۱۲)

دوسری جگہ ہے: ﴿ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ ﴾ (البقرہ:۳۴)

"میں انسان سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا" ـــــ ("شیطان کے نفس کی سرکشی یہ تھی کہ) کہ وہ تکبر میں آگیا اور اللہ کے حکم کا انکار کیا" ـــــ

جس پر اللہ نے فرمایا:

﴿ اِھْبِطْ مِنْھَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴾

"اللہ نے فرمایا تو جنت سے اتر جا تجھے یہاں تکبر کرنے کی اجازت نہیں تو جنت سے نکل جا، بے شک تو ذلیل و رسوا ہے" (الاعراف:۱۳)

پس ثابت ہوا کہ برائی کے دو نمائندے نفس امارہ اور شیطان انسان کو ہر وقت برائی پر اکساتے رہتے ہیں۔ جب تک ایک بھی انسان دنیا میں رہے گا برائی اور گناہ کے امکانات معدوم نہیں ہوسکتے۔ ذیل میں ہم نکتہ وار اسلامی نظام عقوبات کے پس پردہ کار فرما تصورات اور نظریات پر بحث کرتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) اصلاحِ نفس

انسان خطا کا پتلا ہے یہی مفہوم ہے رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث کا کہ "تمام بنی نوع انسان خطاکار ہیں اور سب سے بہتر خطا کار وہ ہے جو اللہ کے دروازے پر لوٹ آئے۔" لہٰذا انسانی سرشت اور فطرت سے برائی کا مادہ ختم نہیں کیا جاسکتا۔ صورت صرف ایک باقی رہ جاتی ہے کہ مجرم کو معاشرے کا باعزت شہری بنا کر زندہ رہنے کے قابل بنایا جائے۔

اسلامی سزاؤں کا نظام مجرم کی اصلاح کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے جو سزائیں دی ہیں۔ ان کا پہلا بنیادی فلسفہ یہی ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے، چور کا ہاتھ کاٹنا ظلم نہیں بلکہ اصلاح نفس کی ہی ایک صورت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بنو مخزوم کی عورت کا جب ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا تو آپ ﷺ کے پاس سفارش کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کوئی جرمانہ، تاوان وغیرہ لگا دیں مگر ہمارے قبیلے کے عورت کی ہاتھ نہ کاٹیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایم اللہ لو کانت فاطمة بنت محمد ﷺ سرقت لقطعت یدھا (احمد، نسائی)

پس چور کا ہاتھ کاٹنا کوئی سخت اور انوکھی سزا نہیں اور روس میں چوروں کو قید کی سزا دی جاتی تھی لیکن آخر کار روسیوں پر یہ بات عیاں ہوئی کہ قید کی سزا سے چوری ختم نہیں ہوئی بلکہ جرم دن بدن بڑھ رہا ہے تو انہوں نے چور کو گولی سے اڑانے کی سزا متعین کی:

> "بے شک چور کا ہاتھ کاٹنا کوئی سنگدلانہ یا عجیب و غریب سزا نہیں ہے۔ روس آخر کار چوری کی سخت سزا نافذ کرنے پر مجبور ہوا، جب اسے یہ علم ہوا کہ چوری کے لئے قید کی سزا چوری کے جرم کے ارتکاب میں کوئی کمی نہیں کرسکی بلکہ اس سے معاشرے میں انتشار و بے راہ روی کا اضافہ ہوا ہے، لہٰذا روس کو چوری کے لئے گولی سے اڑانے کی سزا مقرر کرنا پڑی۔" (صحیفہ الاہرام المصریہ ۱۴۔ اگست ۱۹۶۳ء)

تقاضائے بشریت کی بنیاد پر انسان سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں، اس سلسلے میں عبداللہ بن ابراہیم الانصاری نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

> بعض نفوس انسانی میں فطرت سلیمہ سے انحراف پیدا ہوجاتا ہے اور ان کی طبائع خباثت کا شکار ہوتی ہیں، مذاق شر ان میں بڑھ جاتا ہے اور وہ جرم کی مرتکب ہوتی ہیں۔ ان کے نزدیک کسی کی عزت، عظمت اور شرف کا کوئی پاس اور قیمت نہیں ہوتی، نہ انہیں کسی کی فضیلت کا احترام و لحاظ ہوتا ہے، ایسی قسم کے لوگوں کی اگر رسی ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو وہ زمین میں بے پناہ فساد برپا کرتے ہیں، اللہ کے بندوں اور ممالک میں بدبختی طاری ہوتی ہے۔ لیکن اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی اصلاح کا طریقہ بتایا ہے اور ایسے ضابطے اور قوانین بتائے ہیں جو ان کی بے راہ روی کو ٹھیک کرتے ہیں، پس اللہ نے ایسے گم کردہ راہ لوگوں کا علاج، جرم کو بیخ و بن سے اکھیڑنے اور ظلم و زیادتی کے جراثیم ختم کرنے کے لئے حدود نازل کیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے حدود کے اسی فلسفہ و حکمت کے بارے میں بڑی بلیغ بات کی:

انما شرعت رحمة من الله تعالى بعباده نهى صادرة عن رحمة الخلق والاحسان اليهم ولهذا ينبغى لمن يعاقب الناس على ذنوبهم ان يقعد بذلك الرحمة والاحسان اليهم كما يقعد الوالد تاديب ولده وكما يقعد الطبيب معالجة المريض

بے شک اللہ تعالیٰ نے شرعی سزاؤں کو اپنے بندوں کے لئے باعثِ رحمت بنایا ہے اور یہ اس کی مخلوق کے لئے اللہ کی طرف سے رحمت و احسان ہیں۔ پس ہر وہ آدمی جو انسانوں کو گناہوں پر سزا دینے کے لئے متعین ہو اسے چاہئے کہ وہ ان مجرموں کے ساتھ رحمت اور احسان کا اسی طرح قصد کرے جس طرح ایک والد اپنے بیٹے کی سزا کے لئے کرتا ہے اور جس طرح ایک ڈاکٹر اپنے مریض کے علاج میں کرتا ہے" —— (تلک حدود اللہ: ص۶)

(۲) اصلاحِ معاشرہ

اسلامی حدود و تعزیرات کا دوسرا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ معاشرے کے اندر امن اور استحکام پیدا ہو۔ اسلامی فلاحی مملکت کا تو بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کے لئے ریاست کو امن کا گہوارہ بنائے اگر مجرم کو سزا نہ دی جائے تو کوئی فلاحی مملکت معرض وجود میں نہیں آسکتی، معاشرہ جنگل کا معاشرہ ہوگا، جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا قانون چلے گا، یہ چیر پھاڑ کر کھا جانے والے درندوں کی بستی ہوگی، فرد کی سزا اور اصلاح کا مقصد معاشرے کی اصلاح و فلاح ہے، قرآن نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا:

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ (البقرہ:۱۷۹)

"اے عقل مند انسانو! قصاص میں ہی تمہاری زندگانی ہے"

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"حد يعمل به فى الارض خير لاهل الارض من ان يمطروا اربعين صباحا"

"زمین پر اگر ایک حد نافذ کردی جائے تو یہ اہل ارض کے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ انہیں چالیس دن متواتر صبح سویرے بارش سے سیراب کیا جائے۔"

بارش بستیوں کے لئے خوشحالی کا پیغام لاتی ہے، چالیس دن اگر متواتر صحرائی زمینوں میں بارش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو اس سے کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی، اجناس میں برکت ہوگی۔ بستی والوں کے لئے خوشحالی و فارغ البالی بڑھے گی، لیکن رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک حد کا نافذ کردینا گویا اس بستی کے لئے اس سے بڑے امن سکون، خوشحالی، فارغ البالی کا پیغام ہوگا جو کہ چالیس روز کی بارش بھی مہیا نہیں کرسکتی۔ عبداللہ بن ابراہیم الانصاری لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرنا ان بیماریوں کا علاج ہے جو اسلامی معاشرے میں پیدا ہوتی ہیں اور یہ ان بیماریوں کے لئے احتیاطی تدابیر ہیں جو ان حدود کے نافذ نہ کرنے سے پیدا ہوسکتی ہیں، ان کی مثال کشتی میں سوار ان لوگوں کی سی ہے کہ اگر ایک آدمی کشتی میں سوراخ کرے اور باقی لوگ اسے منع نہ کریں تو وہ سب کو لے ڈوبے گا، پس اسلامی معاشرے میں انسانوں کی زندگی کی حفاظت و ضمانت اسلامی حدود و تعزیرات کو نافذ کرنے میں ہی مضمر ہے" (تلک حدود اللہ: ص ٦)

اس کی عملی مثال ہم قرون اولیٰ سے پیش نہیں کرتے بلکہ آج کی دنیا میں سعودی عرب کا معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے، آج سعودیہ میں جرائم کا تناسب ساری دنیا سے کم کیوں ہے؟

اپنے آپ کو ترقی یافتہ ممالک کہلانے والے، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ تسلیم کروانے والے کیا یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ان کے ممالک میں جرائم کا تناسب سعودیہ سے کم ہے؟

سعودی عرب کے رہنے والے آسمانوں سے نہیں اترے اور نہ وہ فرشتے ہیں اگر آج وہاں جرائم کی تعداد کم ہے، معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ ہے، گاڑیاں بغیر لاک کے کھڑی رہتی ہیں، نماز کے اوقات میں دوکاندار کھلی دکانیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، ڈکیتیاں اور رہزنی کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں قرآن و سنت کے مطابق حدود و تعزیرات کا نظام نافذ ہے اس کی برکتیں معاشرے میں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ مصری شہید لکھتے ہیں:

سعودی عرب میں اسلامی شریعت کو مکمل طور پر نافذ کیا گیا ہے اور حکومت جرائم کے فیصلے کرنے اور مملکت میں حفظ و امان کرنے میں اس طرح کامیاب ہوئی ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی، لوگ اکثر یہ ذکر کرتے رہتے ہیں کہ ایک وقت تھا جب حجاز میں امن و امان کا مسئلہ کس طرح بگڑا ہوا تھا، سکون نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ حجاز مقدس اکثر جرائم اور بدترین جرائم میں ایک ضرب المثل تھا۔ مسافر اور مقیم کی حالت ایک ہی جیسی تھی کہ وہ شہر میں یا دیہات میں ہو اس کے جان و مال کی ضمانت نہ تھی، دن ہو یا رات ہر وقت انسان خوف و خطرے میں رہتا تھا، دوسرے ممالک اپنے حجاج کے ساتھ ان کی نگرانی کے لئے مسلح دستے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجتے تھے تاکہ ان کے حاجی سلامت رہیں اور ان پر ہونے والی زیادتی کو روکا جائے، لیکن یہ خاص دستے اور حجاز کے امن و امان کے ذمہ دار بھی ملک میں امن قائم کرنے پر قادر نہ تھے۔ اس کے باوجود حاجیوں کے قافلے لوٹ لئے جاتے تھے، ان کے سامان چوری ہوتے اور حاجیوں کو قتل کردیا جاتا تھا۔ سعودی عرب میں امن و سلامتی کے ضامن اس وقت تک عاجز رہے جب تک شریعت اسلامی نافذ نہیں ہوئی اور دن و رات میں انقلاب برپا ہوا، حجاز مقدس کے سب شہروں میں امن کا دور دورہ ہوا۔ مقیم اور مسافر سب مطمئن ہوئے، لوٹ مار، چوری اور قتل کا عہد ختم ہوا اور جرائم کی خبریں قصہ پارینہ بن گئیں۔" (ص:۲۲۶)

امن و امان اور امانت و دیانت کے ایسے ایسے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں کہ انسان کو یقین نہیں آتا، لیکن جن کو اس کا تجربہ ہوا، یا جن کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے، وہ لکھتے ہیں:

"ایک آدمی کا بٹوہ راہ چلتے سڑک پر گم ہوگیا، جونہی وہ پولیس والوں کے پاس پہنچا تو اس کا بٹوہ اسے اسی حالت میں مل گیا صرف اس کو اپنے بٹوے کی نشانی بتانا پڑی۔ ایک آدمی راستے میں اپنی لاٹھی چھوڑ گیا، ٹریفک پولیس حرکت میں آگئی اور اس نے پولیس کو وہ لاٹھی متعلقہ آدمی تک پہنچانے کا حکم دیا اسی طرح ایک آدمی کا سامان گم ہوگیا اور وہ اس کے دوبارہ حاصل کرنے پر مایوس تھا، نہ وہ اس سامان تک پہنچ سکتا تھا لیکن کیا دیکھتا ہے کہ پولیس کے آدمی اسے ڈھونڈتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں اور سامان واپس کردیتے ہیں۔ (ص:۲۲۷)

پس یہ ہے وہ تجربہ جس سے ثابت ہوا کہ اسلامی شریعت کا نفاذ ہی معاشرے کی حفاظت کا ضامن ہے، آج انگلینڈ، امریکہ اور مصر جیسے ممالک بھی مجبور ہوگئے ہیں کہ وہ تموین (ذخیرہ اندوزی) اور تسعیر (قیمتوں میں بے جا اضافہ) اور امن عامہ جیسے معاملات پر کوڑوں کی سزا نافذ کریں۔

"یہ بین الاقوامی اعتراف ہے کہ کوڑوں کی سزا ہر دوسری سزا سے زیادہ کارگر ہے اور یہی وہ تنہا سزا جو عوام کو قانون کی اطاعت اور نظام کی حفاظت پر کفایت کرتی ہے اور انسانی خود ساختہ سزائیں کوڑوں کی سزا کی مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔" (ص:۲۲۷)

(۳) جرائم میں کمی

اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ سے جرائم میں ممکنہ حد تک کمی واقع ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حدود و تعزیرات کے نفاذ سے معاشرے سے جرم کا وجود ختم ہوجائے گا، اس لئے کہ جب تک انسان اس زمین پر موجود ہے جرائم ختم نہیں ہوسکتے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"کل بنی آدم خطاء ون" (تمام بنی نوع انسان خطا کار ہیں)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی مقدس سے مقدس فضا کیوں نہ ہو جہاں بھی انسان ہو گا خطائیں ہوں گی، جنت جیسی مقدس فضا میں بھی حضرت آدمؑ سے غلطی ہو گئی۔

رسول اکرم ﷺ کا دور "خیر القرون قرنی" (میرا زمانہ تمام زمانوں کا شاہکار) ہے مگر اس میں بھی صحابہ کرامؓ سے غلطیاں ہوئیں، انہیں سزائیں بھی ملیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان جہاں بھی ہو گا وہاں ایسے معاملات پیش آئیں گے۔ لیکن نگرانی کے اس نظام کو سخت کر کے ہم اس کے امکانات کو کم سے کم تو کر سکتے ہیں اگر ختم نہیں کر سکتے۔ کسی ملک سے سمگلنگ ختم نہیں ہو سکتی البتہ سرحدوں پر پہرے بٹھا کر سمگلنگ کے امکانات کو کم کیا جا سکتا ہے۔ F.B.I ہر سال دنیا میں جرائم کے تناسب کے اعداد و شمار شائع کرتا ہے، جس میں کتنے سالوں سے یہ بات مشاہدے میں آ رہی ہے کہ فی الوقت دنیا میں سب سے کم جرائم صرف سعودی عرب میں ہوتے ہیں۔

(۴) سزائیں فطرت کے مطابق

ہم یہ بات لکھ چکے ہیں کہ اللہ نے انسان کی تخلیق کی اور وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کیسے اور کتنی سزا سے ہو سکتی ہے، لہٰذا اسلامی حدود و تعزیرات کا نظام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، ایک شادی شدہ مرد و عورت کے لئے جب رجم کی سزا متعین ہوئی تو یہ ان کے ساتھ زیادتی نہ تھی بلکہ تجربے اور مشاہدے میں یہی آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھتا ہے تو غیرت کے مارے دونوں کو قتل کرنے کے درپے ہوتا ہے اور یہی سزا جب اسلام سناتا ہے تو یہ ظالمانہ نہیں اور نہ صرف فطرت کے عین مطابق ہے بلکہ اپنے اندر بہت سی سماجی اور اخلاقی پہلوؤں کی اصلاح کی بھی ضامن ہے۔

یہ سزائیں کم و بیش زمانہ جاہلیت میں قبائل میں نافذ کی جاتی تھیں، ان میں سے جو فطرت کے مطابق تھیں، انہیں من و عن نافذ کر دیا گیا اور جو فطرت کے خلاف تھیں، انہیں منسوخ کر دیا گیا۔

ہاتھ کاٹنے کی سزا اور دیت کا نظام زمانہ جاہلیت میں بھی بعض قبائل میں رائج تھا۔ اسلام نے اسی کو اختیار کیا۔ ہاتھ کاٹنے کی یہ سزا ایک چور کے لئے نہ تو سخت تھی اور نہ شاذ، بلکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ روس اور چین جیسے ممالک میں جہاں وجود باری تعالیٰ کا ہی انکار کیا جاتا ہے وہ بھی ان سزاؤں کو نافذ کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں:

ولعل السر فی نجاح الشریعۃ ان عقوباتھا و ضعت علی اساس طبیعۃ الانسان ـــــ وقد استغلت الشریعۃ طبیعۃ الانسان فوصفت علی اساسھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقوبات الجرائم عامة و عقوبات جرائم الحدود والقصاص خاصة

"یقیناً شریعت کی کامیابی کا راز اس کی سزاؤں میں ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، شریعت نے انسانی فطرت کا محاصرہ کیا ہے اور فطرت انسانی کی اساس کی بنیاد پر عام جرائم کی سزائیں متعین کی ہیں جبکہ حدود اور قصاص کے لئے خاص سزائیں مقرر کی ہیں"۔——

(التشریح الجنائی الاسلامی: ج۲، ص ۷۱۳، ۷۱۴)

آج کل چین بھی اس پر عمل پیرا ہے، نوائے وقت کی ۳ نومبر ۱۹۹۶ء کی اشاعت پیش نظر ہے:

"چین: ۶۲ افراد کو فائرنگ سکواڈ نے گولیوں سے بھون ڈالا، ایک مجرم کو سٹریچر پر باندھ کر لایا گیا، جو چھلانگ لگا کر ٹانگیں توڑ بیٹھا تھا۔

ہانگ کانگ (اف پ) چین میں جرائم پیشہ افراد کے خلاف جاری مہم کے نتیجہ میں مزید ۶۲ افراد کو پھانسی دے دی گئی۔ ان افراد کو شینزان، ڈونگ گان، زوہانگ، یان اور ھودو میں بدھ کے روز فائرنگ سکواڈ کے سامنے گولیوں سے اڑا دیا گیا"

(۵) باعثِ رحمت و برکت

اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ اس نظام کو نافذ کرنے سے اللہ کی رحمت اور برکت اس سرزمین پر برستی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ذکر ہوا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے حدود و تعزیرات کو اپنے بندوں کے لئے باعثِ رحمت بنایا ہے اور یہ کائنات کے لئے رحمت اور بندوں پر اس کا احسان ہے، پس جو آدمی لوگوں کے جرائم پر سزا نافذ کرے اس کو چاہئے کہ وہ اس کے ساتھ رحمت اور ان پر احسان کا قصد کرے جس طرح ایک والد اپنے بیٹے کو سزا دیتا ہے یا جس طرح ایک ڈاکٹر اپنے مریض کا ہمدردی کے ساتھ علاج کرتا ہے"۔—— (تلک حدود اللہ: ص ۶)

اسلامی حدود و تعزیرات کا نظام جہاں اللہ کی طرف سے دنیا والوں کے لئے باعث برکت و رحمت ہے وہاں اہل دنیا کے لئے باہمی محبت و اخوت کا ضامن بھی ہے۔ جتنے جرائم کم ہوں گے اتنا ہی لوگوں کے درمیان شکوے شکایات کم ہوں گی۔ جذبہ انتقام سرد پڑ جائے گا اور عوام الناس میں یگانگت اور محبت کے جذبات پرورش پائیں گے۔ تہذیب و ثقافت کا معیار بلند ہوگا اور ایک مثالی فلاحی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔

(۶) اقتصادی ترقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کا امن و امان ہی دراصل اقتصادی ترقی کا ضامن ہوتا ہے، جن ممالک میں قدم قدم پر ڈاکے پڑتے ہوں، بنک لوٹے جاتے ہوں، اور راتوں کو چور لوگوں کی نیندیں حرام کردیں، قتل و غارت گری کا بازار گرم رہے تو وہ ملک اقتصادی موت مرجاتے ہیں۔ لہٰذا اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ سے ہر ملک کی اقتصادی ترقی بھی وابستہ ہے۔ جہاں اقتصادی ترقی ہوگی وہاں لازماً معاشرتی سکون آئے گا۔ مجرموں کی حوصلہ شکنی ہوگی، مظلوم کی داد رسی ہوگی اور عوام الناس میں قانون شکنی کی ہمت نہیں رہے گی، معاشرتی دشمنیاں، حسد اور کینہ اس قسم کی روحانی بیماریوں سے معاشرہ محفوظ رہے گا۔ غربت و افلاس کے سائے ختم ہوں گے اور خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ ہوگا۔

(۷) انصاف کے تقاضے

اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ یہ حدود و تعزیرات انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ﴾ .... (البقرہ:۱۷۸)

"اے ایمان لانے والو (مقتولوں کے بارے میں) تم پر قصاص (خون کے بدلے خون) فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلے میں آزاد (قتل کیا جائے) اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت قتل کی جائے، اگر قاتل کو اس کے مقتول بھائی کے قصاص میں سے کچھ معاف کردیا جائے (تو مقتول کے وارث کو) اچھے طریقے سے (قرارداد کی پیروی یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا چاہئے اور (قاتل کو) خوبی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے، جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔" دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ﴾ (المائدہ:۴۵)

"اور ہم نے ان لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے، لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں"

ان آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کا نظام دیا ہے جسے اگر معاشرے میں نافذ نہیں کیا جائے گا تو انصاف کے تقاضے کسی صورت پورے نہ ہوں گے۔ لہٰذا لازمی اور ضروری ہے کہ مظلوم اور مجبور طبقوں کی داد رسی، حوصلہ افزائی اور ان کو انتقامی جذبوں سے محفوظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے لئے ان حدود و تعزیرات کا نفاذ کیا جائے۔

(۸) باعثِ عبرت

اسلامی حدود و تعزیرات کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سزائیں باعث عبرت ہوتی ہیں، اسی لئے قرآن و سنت میں انہیں سرعام نافذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ نور میں ہے: ﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ اور اس (جرم زنا) کی سزا کا مشاہدہ مومنین کی ایک جماعت ضرور کرے۔ رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں جتنی بھی سزائیں دی گئیں وہ سب سرعام مسجد نبوی کے سامنے دی گئیں۔ حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ کو مسجد نبوی کے سامنے جب رجم کیا گیا تو وہ بھاگے۔ عیدگاہ تک جاتے جاتے صحابہ کرامؓ نے انہیں رجم کردیا۔ غامدیہؓ کو مسجد نبوی کے سامنے رجم کیا گیا۔ مخزومیہؓ کا ہاتھ مسجد نبوی کے سامنے کاٹا گیا، اس پر کسی نے چوں و چرا نہ کی لیکن حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے نام نہاد دانشور اور بعض جدید تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ لوگ یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے کہ "سرعام سزا دینا انسانیت کی توہین ہے۔" تو کیا نعوذ باللہ من ذلک، صحابہ کرامؓ انسان نہ تھے؟ وہ تو شرفِ انسانی کے ایسے مقام و مرتبہ پر فائز تھے کہ آج کا بڑے سے بڑا ولی اللہ ان کی خاکِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ دراصل اعتراض کرنے والے حضرات کو سرعام سزا دینے میں جو مقامِ عبرت ہے اس کی حکمت سمجھ نہیں آتی۔

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر آج ہماری حکومت اسلامی حدود و تعزیرات کو نافذ نہ بھی کرے مگر انگریز کے قانون کے مطابق جو پھانسی کی سزائیں جیلوں میں چھپ کر دی جاتی ہیں انہیں اگر آج سرعام نافذ کرنا شروع کردیں تو یقیناً معاشرے سے جرائم کی تعداد میں کمی ہوگی ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں لاہور کے پپو کیس میں تین مجرموں کو جیل روڈ پر سرعام پھانسی کی سزا دی گئی تھی لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا، پھانسی کا منظر دیکھنے کے بعد لوگ توبہ توبہ کرنے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے گھروں کو رخصت ہو رہے تھے۔ اس دن کے بعد پاکستان کی چھ مہینے کی اخبارات اٹھا کر دیکھیں ان میں آپ کو کسی جرم کا نشان نظر نہیں آئے گا۔ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام اپنی صحیح صورت میں نافذ ہونے والا ہے۔ لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ اسلام کا نفاذ نہیں ہوا تو معاشرے میں جرائم پھر سے شروع ہوگئے۔

سعودی عرب میں قرآن و سنت کے احکام کے عین مطابق آج بھی سزائیں بیت اللہ کے سامنے، مسجد نبوی کے سامنے اور ہر شہر میں جامع مسجد کے سامنے نافذ کی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ مجرموں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انسانی فطرت میں بعض اوقات جرم پل اور بڑھ رہا ہوتا ہے لیکن انسان نے اس پر عمل نہیں کیا ہوتا۔ سزا کے مشاہدے سے ایسے مجرم ضمیر خود بخود اپنی اصلاح کرتے ہیں اور جرم سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیتے ہیں۔

حجاز مقدس کی تاریخ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک وقت تھا جب یہاں کے رہنے والے حاجیوں کو لوٹ لیتے تھے حتیٰ کہ انہیں قتل بھی کر دیتے تھے لیکن جب محمد بن عبدالوہاب کی تحریکِ احیائے دین کے ناطے صحیح معنوں میں اسلام نافذ ہوا تو مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے ایک چور کا ہاتھ سرعام کاٹا گیا جس کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ سال تک چوری کا کوئی کیس سامنے نہیں آیا۔ یہ دلیل ہے کہ سرعام سزا نافذ کرنا لوگوں کے لئے باعثِ عبرت بن جاتا ہے۔

(۹) آخرت کے عذاب سے چھٹکارا

اسلامی حدود و تعزیرات کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ جس آدمی کو اس جہاں میں اسلامی شریعت کے مطابق سزا مل جائے تو آخرت میں اللہ کی طرف سے اسے کوئی سزا نہیں دی جاتی گویا وہ آدمی پاک و صاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ جب حضرت غامدیہؓ کو رجم کیا گیا تو رسول اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھانے کی تیاری کی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی "اتصلّ علی الزانیة" (کیا آپ ﷺ ایک زانیہ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرؓ تم نہیں جانتے "لقد تابت توبة لو قسمت علی هذه القرية لكفتها" (اس عورت نے اتنی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو مدینہ طیبہ کے سب گناہ گاروں پر تقسیم کردیا جائے تو سب کے لئے کافی ہوجائے)

اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہؓ سزا ملنے کے بعد گناہوں سے ایسی پاک و صاف ہوگئی جس طرح اس کی ماں نے اسے آج جنم دیا، رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "التائب من الذنب کیوم ولدته امه"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف ارتکابِ گناہ کی کوئی ایک شہادت موجود نہ تھی پھر یہ خود آکر رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنے جرم کا اقرار و اعتراف کیوں کرتے تھے؟ دراصل ان صحابہ کرامؓ کو یہ علم تھا کہ اگر انہیں دنیا میں سزا نہ ملی تو آخرت کی سزا بہت سخت ہوگی۔ منافقین نے جب غزوۂ تبوک پر اس بہانے نکلنے سے انکار کیا کہ گرمی بہت شدید ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وارننگ دی:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴾

"اے رسول اکرم ﷺ آپ کہہ دیجئے جہنم کی آگ عرب کی چلچلاتی دھوپ سے بہت زیادہ سخت ہے۔ اے کاش وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتے"

یہ تھا وہ خوف جس کی بناء پر یہ صحابہ کرامؓ خود اپنے جرم کا اقرار و اعتراف کرتے، اپنے گناہوں پر نادم ہوتے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "التوبة الندم" کہ "توبہ کی حقیقت اپنے گناہوں پر سچے دل سے نادم ہونا ہے"۔ تو ان صحابہ کرامؓ نے سچی توبہ کی اور اپنے جرم کے اقرار و اعتراف سے دنیاوی سزا کو قبول کرلیا اور آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا۔

ضمناً ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کا جرم قانون سے پوشیدہ رہتا ہے تو اس کی سزا کا معاملہ کیا ہوگا؟

اس سلسلے میں قرآن و سنت ہماری رہنمائی کرتے ہیں اگر ایسا آدمی بغیر توبہ کے دنیا سے چلا جائے تو اسے اپنے ہر جرم کی سزا آخرت میں ملے گی لیکن اس نے پکی اور سچی توبہ کی ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ اس کو معاف کردیں تو اس کو آخرت میں کوئی سزا نہ ملے گی۔

ابن تیمیہؒ نے اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"کسی محبت کرنے والے عاشق کو اگر اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنے محبوب کو دیکھتا رہے اور گفتگو کرتا رہے تو اس سے اس کے مرض کو افاقہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا مرض بڑھے گا لہٰذا وہ فرماتے ہیں کہ اسلامی حدود و تعزیرات کڑوی دوائی کی مانند ہے جو ایسے اخلاقی مریضوں کا علاج کرتی ہیں"۔

"اور مریض جب وہ چیز مانگے جو اسے ضرر پہنچائے یا کڑوی دوا کھانے سے واویلا کرے تو اگر ہم اس پر نرمی کرتے ہوئے اس کو دوائی نہ پلائیں تو ہم اس کی تکلیف کے بڑھانے اور اس کی ہلاکت کا سبب بنیں گے اور جو چیز اس کے لئے فائدہ مند تھی اسے چھوڑ دیں گے تو لامحالہ اس کی بیماری بڑھے گی اور وہ ہلاک ہوجائے گا۔ یہی حالت ایک گناہ گار اور عاشق کی ہے کہ وہ مریض ہوتا ہے اس کے ساتھ نرمی اور رحمت یہ نہیں ہے کہ ہم اس کو ہر وہ چیز مہیا کریں جس کی وہ خواہش کرے اور اس طرح اس کی مدد کریں اور نہ یہ ممکن ہے کہ اسے ان عبادات کے ترک کرنے کی طرف مائل کریں جو اسے فائدہ دے کر اس کے مرض کو زائل کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس میں شفاء ہے اور شفاء سے بھی کہیں زیادہ بڑے فائدے ہیں۔

مریض کے ساتھ حقیقی اُنس تو یہ ہے کہ دوا اگر کڑوی بھی ہو تو اس کے پینے پر اسے مدد دی جائے، نماز کی مانند جس میں اذکار مسنونہ اور مناجاتِ بارگاہِ الٰہی ہے اور اس مریض کو ہر اس چیز سے بچایا جائے جو اس کی بیماری کو بڑھاتی ہے خواہ مریض اس کے کھانے کی کتنی ہی تمنا کیوں نہ کرے اور کسی کو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ اگر اسے کسی حرام چیز سے استفادے کا موقع مل جائے تو اس کی بیماری ختم ہوجائے گی بلکہ یہ تو اس کے لئے جذبات کی مزید برانگیختگی کا باعث بنے گی۔ اور انجام کار اس کی تکلیف، مصیبت اور بیماری بڑھ جائے گی۔ اگر وقتی طور پر اسے حرام سے سکون میسر آئے گا تو آخر کار وہ ایک ایسی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہوگا جس سے چھٹکارا پانا ممکن نہ ہوگا۔

ضروری ہے کہ بیماری کے پختہ ہونے اور ہلاکت کی حد تک پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا علاج ایسی دوائی سے کرلیا جائے جو اس کی بیماری کو دور کرسکے۔ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ علاج کا دکھ درد (جو مریض کے لئے فائدہ مند ہے) کہیں زیادہ آسان ہے اس مرض سے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلامی حدود و تعزیرات وہ نفع بخش دوائیں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ دلوں کی بیماریوں کی اصلاح فرماتا ہے اور یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور نرمی کا معاملہ ہے اور اللہ کے اس فرمان میں یہ بات داخل ہے۔ "اور ہم نے آپ کو سب جہانوں کے لئے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا ہے" چنانچہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت اور نفع (حدود) کو مریض سے ہمدردی کرتے ہوئے چھوڑ دیا تو گویا اس نے مریض کے عذاب اور ہلاکت پر اس کی مدد کی ہے، اگرچہ وہ اس کی خیر کا ہی طالب کیوں نہ ہو۔ پس ایسا آدمی جاہل اور احمق ہے جس طرح کہ بعض جاہل عورتیں اور مرد اپنے مریضوں کے ساتھ کرتے ہیں اور جیسے بعض لوگ اپنی اولاد کو ان کی غلطیوں کی سزا نہیں دیتے اور وہ ان کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کا رویہ رکھتے ہیں جو آخر کار اولاد کے بگڑ جانے اور ان کی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں"۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ج۱۵، ص۲۸۹-۹۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ